© rasailojaraid.com

تاثرات

سرزمینِ ہند پر کم و بیش ایک ہزار سال تک مسلمانوں کے اقتدار کا جھنڈا لہراتا رہا اور وہ پوری شان و شوکت کے ساتھ اس ملک پر حکومت کرتے رہے۔ ان کے حکمرانوں میں بعض نہایت مضبوط اور معاملہ فہم تھے اور بعض کمزور فکر اور عقل و فہم کے اعتبار سے پس ماندہ —!

سلطنتِ مغلیہ کے دورِ آخر میں مسلمان زوال کا شکار ہوگئے تھے اور بالآخر ۱۸۵۷ء میں ان کی بساطِ حکومت بالکل الٹ دی گئی۔ انگریز جو اس ملک میں تاجر کے بھیس میں آئے تھے، اس پر قابض ہوگئے، مسلمانوں کا زور ٹوٹ گیا اور وہ روز بروز ہر اعتبار سے کمزور سے کمزور تر ہوتے گئے۔

مسلمانوں کے لیے یہ انتہائی تکلیف دہ اور صبر آزما دور تھا، ان کا سیاسی مستقبل تاریک ہوتا جارہا تھا اور روشنی کی کوئی کرن نظر نہ آتی تھی۔ حاکم محکوم ہوگئے تھے، عزت، ذلت میں بدل گئی تھی اور جو لوگ کل گردن اونچی کر کے چلتے تھے، آج پستی کے گڑھے میں گر گئے تھے۔ انگریزی حکومت اور ہندوؤں نے ان کو ہر نوع کی اذیت میں مبتلا کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔

ان حالات میں سرسید احمد خاں آگے بڑھے اور انھوں نے مسلمانوں کا ہاتھ پکڑنے کا عزم کیا۔ سرسید کے نقطۂ نظر سے جو حضرات اختلاف کا اظہار کرتے ہیں، ہم ان کے خلوص کو نشانۂ تنقید بنائے بغیر عرض کریں گے کہ اس دور میں سرسید کا موقف مبنی برحقیقت تھا۔ انھوں نے پوری کوشش کی کہ انگریزوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف جو نفرت اور دشمنی کی فضا پیدا کردی تھی، وہ ختم ہو اور ان میں من حیث القوم جو مایوسی کی لہر دوڑ گئی تھی، اس میں کمی واقع ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان دوبارہ اپنے پاؤں پھر کھڑے ہوجائیں اور علمی، اقتصادی اور تجارتی میدان میں آگے بڑھنے کے لیے ساعی ہوں۔ چنانچہ مسلمانوں میں ایک حرکت پیدا ہوئی اور انھوں نے اس ردائے یاس و قنوط کو جو حالات کی ستم ظریفی نے ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر ڈال رکھی تھی، اتار پھینکنے کا فیصلہ کیا اور اس میں وہ کامیاب رہے۔

سرسید نے یہ بھی کوشش کی کہ مسلمانوں میں انفرادیت کا احساس اور جذبہ پیدا کیا جائے۔ اس لیے کہ اس وسیع و عریض ملک میں بہت سی قومیں باہر سے آکر آباد ہوئی تھیں اور وہ آہستہ آہستہ اپنا مخصوص طرزِ حیات اور تشخص ختم کر چکی تھیں۔ مسلمانوں کا معاملہ سب سے مختلف اور جداگانہ ہے۔ وہ ایک خاص تہذیب، صاف ستھری ثقافت اور منفرد اسلوبِ زیست رکھتے ہیں، جس کا تحفظ بہر حال ضروری ہے۔ سرسید کی یہ کوشش بھی کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔

مسلمانوں کے لیے ان کی جدوجہد دو قومی نظریے پر مبنی تھی۔ ابتدا میں ان کا نقطۂ نظر بے شک کچھ اور ہوگا، لیکن اس ملک میں رہنے والی قوموں — بالخصوص مسلمانوں اور ہندوؤں — کے غور و فکر کے پیمانے کو سامنے رکھ کر آخر وہ اسی نتیجے پر پہنچے تھے کہ مسلمان الگ قوم ہیں اور ہندو الگ قوم — ! مستقبل میں یہ زیادہ دیر تک ایک دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر نہیں چل سکتے۔

سرسید نے جو لائحہ عمل پیش کیا، اس میں دو چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی تھیں، ایک مسلمانوں میں جدید تعلیم کے حصول کا داعیہ پیدا کرنا، دوسرے ان میں انفرادیت کا احساس اجاگر کرنا، اور یہ دونوں چیزیں مسلمانوں کے لیے اس دور میں نہایت ضروری تھیں۔

۱۸۹۸ء میں سرسید کا انتقال ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد برصغیر کی سیاسی فضاؤں میں کئی قسم کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے جس سے مسلمانوں میں مزید بے اطمینانی پیدا ہوئی۔ ان حالات میں مسلمانوں نے ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ میں مسلم لیگ قائم کی، جس کا اصل مقصد آئندہ دستور میں مسلمانوں کے لیے ایسے تحفظات کا حصول تھا جن سے ان کی انفرادیت قائم رہ سکے اور ان کی تہذیب و ثقافت کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔ اس کے ساتھ ہی مسلم لیگ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ پوری کوشش کرے گی کہ مسلمانوں میں غیر مسلم برادرانِ وطن کے خلاف کسی قسم کا جذبۂ منافرت نہ پیدا ہو۔ چنانچہ مسلم لیگ نے ہر موقعے پر یہ کوشش کی کہ مسلمان اور غیر مسلم اتفاق کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ سیاسی مسائل میں کوئی الجھن نہ پیدا کی جائے اور کسی معاملے میں کسی فریق کو پریشانی میں نہ ڈالا جائے۔ لیکن افسوس ہے، مسلمانوں کو نہ انگریزی حکومت نے اطمینان کا سانس لینے دیا اور نہ ہندوؤں نے ان کے مخلصانہ اور مصالحانہ جذبات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بالآخر قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں قیام پاکستان کی زوردار تحریک چلی، جس میں برصغیر کے مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت نے ان کا ساتھ دیا۔ یہ تحریک مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی ساحلِ مراد کو پہنچی اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے نام سے نقشۂ عالم میں ایک نئے ملک کا اضافہ ہوا۔

یہ ملک خالص نظریاتی بنیادوں پر قائم کیا گیا تھا اور اس کا مقصدِ وحید اسلامی نظام کا نفاذ تھا۔ قائداعظم پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنانے کے خواہاں تھے اور چاہتے تھے کہ یہاں مسلمان اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی رسوم و روایات کے مطابق زندگی بسر کریں، یہاں اسلامی اقدار کی حفاظت کی جائے اور قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمان اپنے سفرِ حیات کی منزلیں طے کریں۔

اگست کا مہینہ ہر سال ہمارے دلوں کے دروازے پر دستک دیتا اور ماضی کے لمحات کو یاد رکھنے کی تاکید کرتا ہے۔ اس میں برصغیر کے مسلمانوں نے نئی کروٹ لی تھی اور نئے عزائم و مقاصد کا اظہار کیا تھا۔

الحمد للہ اب اس ملک کی فضا میں تیزی سے تغیر رونما ہو رہا ہے اور حکومتی اور عوامی سطح پر اس ملک کو کلیتہً اسلام کے حوالے کر دینے کی جدوجہد ہو رہی ہے، لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا۔

یہ ہماری تاریخ کا ایک نہایت خوش گوار موڑ ہے۔ جس نہج سے کام ہو رہا ہے اور جس رفتار سے نفاذِ اسلام کے لیے تگ و دو ہو رہی ہے، اس کے پیشِ نظر یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ ان شاءاللہ یہاں اسلام کا بول بالا ہوگا۔ بدی کی طاقتیں ختم ہوں گی اور خیر و صلاح کے قافلے آگے بڑھیں گے۔

نفاذِ اسلام اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس کا کوئی حکم عارضی نہیں۔ اوامر و نواہی کا پورا سلسلہ دائمی اور ابدی ہے اور مسلمان معاشرہ ہر دور میں نہایت آسانی سے اس کی روشنی میں اپنا سفرِ حیات جاری رکھ سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com